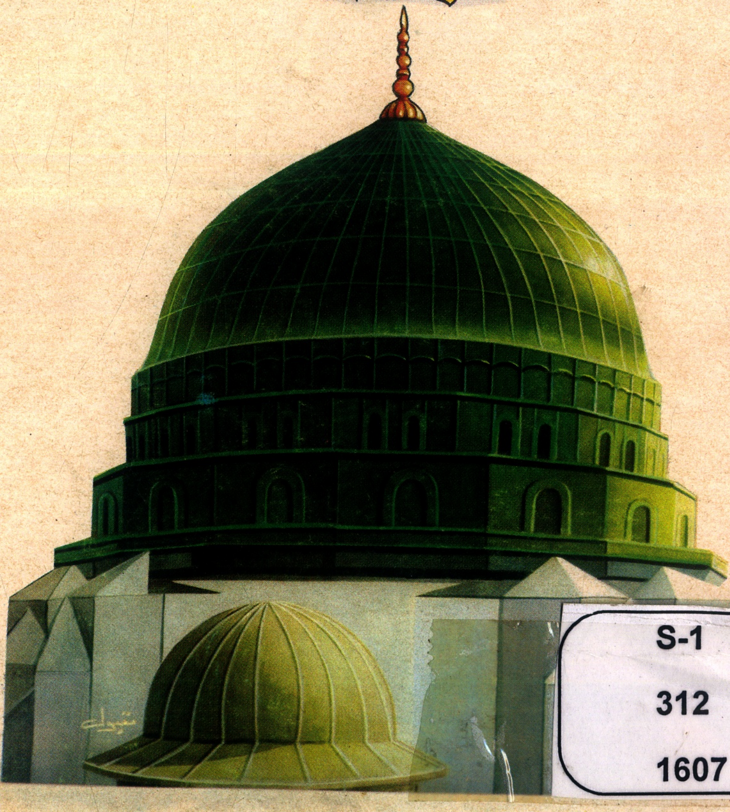
تعظیمِ نبی ﷺ

صلّوا علیہ وآلہٖ

صلّوا علیہ وآلہٖ

صلّوا علیہ وآلہٖ



تنظیم نوجوانانِ اہلسنّت
اندرونِ بھاٹی گیٹ لاہور پاکستان

صلی اللہ علیہ وسلم

تعظیمِ نبی

مُفتی جلال الدین احمد امجدی

تنظیم نوجوانانِ اہلِسُنّت

اندرونِ بھاٹی گیٹ لاہور پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر (۶)

بیاد۔ امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ و اعلیحضرت، امام اہلسنت، مولانا الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

زیر نگرانی ---------------- حافظ محمد شاہد اقبال

نام کتاب ---------------- تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تصنیف ---------------- مفتی جلال الدین احمد امجدی

سن طباعت ---------------- رجب المرجب ۱۴۱۵ھ، دسمبر ۱۹۹۴

تعداد ---------------- پندرہ سو (۱۵۰۰)

برائے ایصال ثواب

چوہدری محمد حسین مرحوم کے سالانہ ختم شریف کے موقع پر ان کے صاحبزادگان نے والد مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے چھپوا کر تقسیم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ کتاب ھذا سے استفادہ کے بعد مرحوم کے لیے بارگاہ رب العزت کے حضور مغفرت کی دعا کیجئے۔

چوہدری علی محمد، چوہدری سکندر، چوہدری محمد اکبر،

چوہدری محمد سلیم، چوہدری محمد مبارک علی، ندیم

نوٹ۔ شائقین مطالعہ ۶ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں

ملنے کا پتہ **تنظیم نوجوانان اہلسنت**

جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بازار حکیماں، بھاٹی گیٹ، لاہور، پاکستان

تہدیہ

صاحبِ تصانیف کثیرہ رئیس التحریر سیدی الکریم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں جن کے قلم نے اسلام وسنیت کو تقویت بخشی اور بے شمار لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچالیا۔

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

جلال الدّین احمد اَمجدی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ اوّلیں

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارکہ سے اب تک تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور جملہ علمائے متقدمین ومتاخرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور عامۂ مسلمین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر طرح تعظیم وتکریم کرتے رہے۔

مگر اس زمانے میں کلمہ پڑھنے والے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو تعظیمِ نبی کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور اس کو بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں اس لیے ہم نے یہ چند سطور لکھ دیئے تاکہ ان لوگوں کی غلط فہمی دُور ہو جائے اور پھر انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تعظیمِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جائز ومستحسن ہی نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں فرض وواجب بھی ہے۔

دُعا ہے کہ خدائے عزّ وجل اس کتاب سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور اپنی ذاتِ کریم کے لیے اِسے قبول فرما کر ہمارے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے۔

آمین!

جلال الدین احمد امجدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَکَ الۡحَمۡدُ یَا اللّٰہُ!

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ!

تعظیم کے معنیٰ ہیں قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا۔ تو ہر چھوٹا جو واقعی اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے وہ اپنے بڑے کی تعظیم کرتا ہے اور ہر لحاظ سے اس کی بڑائی ظاہر کرتا ہے۔ شاگرد اپنے اُستاد کی، مُرید اپنے پیر کی، اولاد اپنے باپ دادا کی اور نوکر اپنے مالک کی یہاں تک کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کرتا ہے اور کیوں نہ کرے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَلَمۡ یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَنَا۔

جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہمارے راستے پر نہیں ہے۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۴۲۳)

لیکن جب ایک سچا مُسلمان اپنے نبی کریم جناب احمد مجتبیٰ مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے تو اسے بدعتی اور گمراہ و بدمذہب قرار دیا جاتا ہے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے حالانکہ نبی کی تعظیم کرنا کفر نہیں ہے بلکہ نبی کی تعظیم سے انکار کرنا کفر ہے اور یہ ایسا کفر ہے جو انسان کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے ہوا اور باقی کفر تو بعد میں ہوئے۔ خُدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ — آدم کو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ — اُس نے انکار کیا، تکبّر کیا اور کافر

مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ — ہوگیا۔ (پ۱ ع ۴)

مدارک شریف میں کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ کی تفسیر فرمایا صَارَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ یعنی ابلیس پہلے کافر نہیں تھا تعظیمِ نبی سے انکار کے سبب کافر ہوگیا ــــ ثابت ہوا کہ تعظیم نبی سے انکار، ہی وہ کفر ہے جو انسان کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے ہوا اور باقی کفریات کا وجود بعد میں ہوا۔

اگر کوئی کہے کہ آیت کریمہ میں تو صرف سجدہ کا بیان ہے تعظیم نبی کا ذکر نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خُداوند قدوس کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم سجدہ کے لیے ہے لیکن حقیقت میں اس کا ارشاد نبی کی تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ رئیس الفقہا حضرت مُلّا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خدائے عزوجل کے کلام سَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

سَجَدَ ظَاہِرٌ فِیْ سُجُوْدِ الْمَلٰٓئِکَۃِ نَصٌّ فِیْ تَعْظِیْمِ اٰدَمَ۔ — لفظ سَجَدَ ملائکہ کے سجدہ کرنے کے بارے میں ظاہر ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے بارے میں نص ہے۔

(نورُالانوار ص۸۷)

یعنی بظاہر سجدہ کے متعلق ارشاد ہے لیکن حقیقت میں نبی کی تعظیم مقصود ہے۔

لِاَنَّ النَّصَّ مَاسِیْقَ الْکَلَامُ لِاَجْلِہٖ ۔

(اصول الشاشی ص۲۱)

تعظیم کے درجے

عرفِ عام کے اعتبار سے تعظیم کے کل چار درجے ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ درجہ سجدہ ہے پھر رکوع پھر دو زانو بیٹھنا اور پھر قیام یعنی کھڑا ہونا۔

سجدہ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دُوسرے کی تعظیم کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (رواہ الترمذی)

اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۱)

اس حدیث شریف کے تحت حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

اَلسَّجْدَةُ لَا تَحِلُّ لِغَيْرِ اللهِ۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے سجدہ حلال نہیں ہے۔ (مرقاۃ جلد سوم ص۴۶۷)

اور تحریر فرماتے ہیں:

اَلسَّجْدَةُ حَرَامٌ لِغَيْرِهٖ سُبْحَانَهٗ۔

غیر اللہ کے لیے سجدہ حرام ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۳۰)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۲۳۱ میں فتاویٰ غرائب سے ہے:

لَا یَجُوْزُ السُّجُوْدُ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی	غیر خدا کے لیے سجدہ جائز نہیں۔

اور تعظیم کا دُوسرا درجہ یعنی بقدرِ رکوع جُھک کر کسی کی تعظیم کرنا یہ بھی ہماری شریعت میں منع ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم مصری ص۳۲۱ میں جواہر الاخلاطی سے ہے۔

اَلْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ اَوْ لِغَیْرِہٖ مَکْرُوْہٌ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ فِعْلَ الْمَجُوْسِ۔	بادشاہ ہو یا کوئی دُوسرا اس کے لیے بقدر رکوع جھکنا منع ہے کہ یہ آتش پرستوں کے فعل کے مشابہ ہے۔

اور شامی جلد پنجم ص۲۴۶ میں محیط سے ہے۔

یُکْرَہُ الْاِنْحِنَاءُ لِلسُّلْطَانِ وَغَیْرِہٖ۔	بادشاہ ہو چاہے کوئی دُوسرا ہو اس کے لیے بقدر رکوع جُھکنا منع ہے۔

رہا تعظیم کا تیسرا اور چوتھا درجہ یعنی کسی کی تعظیم کے لیے دوزانو بیٹھنا یا کھڑا ہونا تو یہ ہماری شریعت میں جائز ہیں اسی لیے عوام و خواص میں معمول و رائج ہیں۔

لہٰذا واضح ہے کہ جب "ابلیس ملعون" نبی کی اعلیٰ درجہ تعظیم سے انکار کے سبب راندۂ درگاہ ہو گیا تو جو شخص نبی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے بھی انکار کرے گا جو چوتھے نمبر کی ادنیٰ درجہ تعظیم ہے تو بدرجۂ اولیٰ مردود بارگاہِ الٰہی ہوگا۔ جیسے کوئی بادشاہ اپنے محبوب کی تعظیم کے لیے درباریوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے اور کوئی درباری سجدہ کرنے سے انکار کرے تو بادشاہ اس کو مردود قرار دے کر اپنے دربار سے نکال دے تو جو شخص ان میں سے اس کے محبوب

کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے بھی انکار کردے تو وہ بدرجۂ اولیٰ بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا۔

تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا اہتمام

نبی کی عظمت کا اعتقاد چونکہ ایمان کا رُکن ہے اسی لیے قرآنِ مجید نے نبی کی تعظیم بیان کرنے کے لیے بڑا اہتمام کیا ہے۔

اوّل اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کو سات جگہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جبکہ ایک واقعہ کو کسی کتاب میں دوبار بیان کرنا بھی عیب ہے لیکن قرآن مجید میں اگر یہ بات عیب ہوتی تو کفارِ مکہ سب سے پہلے اعتراض کرتے اور بدر و حنین کا معرکہ گرم کرنے کی بجائے اسی عیب سے قرآن و صاحبِ قرآن کی ہَوا خیزی کرتے اور ان کو ناکام بنا دیتے مگر وہ خُوب جانتے تھے کہ اسلام میں نبی کی تعظیم چونکہ بہت اہم ہے اور جو بات زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس کا بار بار ذکر کرنا عیب نہیں۔

یعنی خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت آدم کی تعظیم اور تعظیم نبی سے انکار کے سبب ابلیس کے مردود کردیئے جانے کا قصہ بار بار بیان کرکے یہ بتانا چاہتا ہے کہ اے قرآن کے ماننے والو! تعظیم نبی سے ہرگز انکار مت کرنا ورنہ ابلیس کے جیسا تمہارا بھی انجام ہوگا اور تم بھی مرُدود قرار دے دیئے جاؤ گے۔ لہٰذا ہم تمہیں بار بار یاد دلاتے رہتے ہیں کہ تعظیم نبی کا اعتقاد کہیں تمہارے دل سے نکل نہ جائے اور تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔

اور قرآن مجید نے تعظیم نبی کے بیان کا دُوسرا اہتمام اس طرح فرمایا کہ سورۂ حجر اور سورۂ ص میں ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ — تو سب فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا۔ (پ ۱۴ ع ۳ - پ ۲۳ ع ۱۴)

یعنی لفظ ملائکہ "ملک" کی جمع ہے مگر قرآن مجید نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ كُلُّهُمْ اور اَجْمَعُوْنَ سے اس کی تاکید بھی فرمائی۔ اس لیے کہ اگر صرف اَلْمَلٰٓئِكَةُ ہوتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف ایک فرشتہ نے سجدہ کیا اس لیے کہ قرآن مجید میں کئی مقام پر الملٰٓئِکۃ سے صرف ایک فرشتہ مراد لیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (ای جبریل جلالین) وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ۔ — تو ان کو ملائکہ (یعنی حضرت جبریل) نے پکارا اور وہ نماز کی جگہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ (پ ۳ ع ۱۲)

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ (ای جبریل جلالین) يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ۔ — اور جبکہ ملائکہ (یعنی حضرت جبریل) نے کہا اے مریم! اللہ نے آپ کو چُن لیا ہے۔ (پ ۳ ع ۱۳)

جس طرح ان آیاتِ کریمہ میں اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے صرف حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں اسی طرح بیان سجدہ میں ہو سکتا ہے اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے واحد "ملک" مراد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہی فرشتہ نے سجدہ کیا ہو اور یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ عام مخصوص منہ البعض ہو یعنی لفظ تو عام ہے مگر سارے فرشتوں کی بجائے صرف چند فرشتے مراد ہوں تو ان شبہات کا دروازہ بند کرنے کے لیے اَلْمَلٰٓئِکَۃُ کے ساتھ کُلُّھُمْ بھی فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک یا چند فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا بلکہ سارے فرشتوں نے کیا۔

پھر ایک شبہہ ابھی اور باقی رہ گیا تھا کہ سب نے اکٹھے سجدہ کیا یا متفرق طور پر؟ تو اس احتمال کو دُور کرنے کیلئے کُلُّھُمْ کے ساتھ لفظ اَجْمَعُوْنَ بھی فرمادیا۔ یعنی سارے فرشتوں نے اکٹھا سجدہ کیا۔ ایسا نہیں کہ بعض نے فوراً کیا ہو اور بعض نے کچھ ٹھہر کر۔ اسلیے کہ متفرق طور پر سجدہ کرنے میں کامل تعظیم نہیں۔

تعظیم کے مختلف طریقے

صرف کھڑا ہونا تعظیم نہیں ہے بلکہ تعظیم کے مختلف طریقے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (پ۱ ع ۵) صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

صبر کی تین قسمیں ہیں۔ مصیبت پر صبر کرنا، فرمانبرداریوں کی ہمیشگی پر صبر کرنا اور گناہوں کے نہ کرنے سے صبر کرنا۔ (تفسیر صاوی زیر آیت مذکورہ)

اور جب فرمانبرداریوں پر مداومت کرنا بھی صبر ہے تو نماز بھی اس میں شامل ہے۔ لہٰذا اعتراض پیدا ہوا کہ خدائے عزوجل نے آیت مذکورہ بالا میں صبر کے بعد پھر صلوٰۃ کا ذکر کیوں فرمایا ہے تو اس کا جواب علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ والرضوان نے جلالین میں صلوٰۃ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا۔

اَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لِشَانِهَا ۔ — پھر نماز کا الگ سے ذکر اس کی شان کی تعظیم کے لیے ہے ۔

یعنی صبر میں نماز کی شمولیت کے باوجود الگ سے اس کا ذکر صرف اس کی تعظیم و توقیر کے لیے ہے ۔

علامہ سیوطی کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ عام میں شمولیت کے باوجود کسی چیز کا خاص طور پر الگ سے ذکر کرنا بھی اس کی تعظیم ہے جیسے یہ کہنا کہ ولیمہ کی دعوت سب کو دینا اور مفتی صاحب کو دینا ۔ تو سب میں مفتی صاحب بھی شامل تھے لیکن پھر الگ سے ان کا ذکر کرنا یہ ان کی تعظیم ہے ۔

اور پارہ دوم رکوع ۹ کی آیت مبارکہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً کے شانِ نزول میں علامہ سیوطی نے فرمایا ۔

نَزَلَ فِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهٖ لَمَّا عَظَّمُوا السَّبْتَ ۔ — یہ آیت کریمہ حضرت عبد اللہ بن سلام اور انکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے سنیچر (ہفتہ) کے دن کی تعظیم کی ۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی جو پہلے یہودی تھے مسلمان ہونے کے بعد وہ سنیچر کے دن کی عزت اس طرح کرتے تھے کہ اس روز شکار کو حرام سمجھتے تھے اور یہ اس دن کی تعظیم ہے ___ ثابت ہوا کہ کسی دن کے احترام میں اس روز شکار کو ناجائز سمجھنا بھی اس دن کی تعظیم ہے ۔

اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ کے لیے جادوگر جب میدان میں آئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا ۔

اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ تَکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ۔ — یا تو آپ (پہلے اپنا عصا) ڈالیں اور یا تو ہم لوگ ڈالیں۔ (پ ۹ ع ۴)

تو جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اتنا پوچھ لینا بھی ان کی تعظیم ہے اور اسی تعظیم نبی کی بدولت وہ ایمان کی نعمت سے سرفراز ہو گئے جیسا کہ تفسیرِ خازن اور تفسیرِ جمل میں اسی آیتِ مبارکہ کے تحت ہے۔

قَدْ جَازَاھُمُ اللّٰہُ عَلٰی ھٰذَا الْاَدَبِ حَیْثُ مَنَّ عَلَیْھِمْ بِالْاِیْمَانِ۔ — اللہ تعالیٰ نے اس تعظیم کا اُن کو بہترین بدلہ دیا اس طرح کہ ایمان کی دولت سے ان پر احسان فرمایا۔

اور تفسیرِ صاوی میں ہے۔

ذٰلِکَ تَاَدُّبًا مِنَ السَّحَرَۃِ مَعَ مُوْسٰی وَقَدْ جُوْزُوْا عَلَیْہِ بِالْاِیْمَانِ وَالنَّجَاۃِ مِنَ النَّارِ۔ — اور وہ جادوگروں کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم تھی جس پر ان کو یہ انعام دیا گیا کہ ایمان سے مشرف ہوئے اور جہنم سے نجات پائی۔

عارف رُومی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

زیں قدر تعظیم دیں شاں را خرید
وز مرے آں دست و پا ہاشاں برید

ان حوالہ جات سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ اوّل یہ کہ جادُوگروں کا اپنا کرتب دکھلانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کر لینا بھی اُنکی تعظیم ہے۔ دُوسرے یہ کہ نبی کی تعظیم سے ایمان جاتا نہیں ہے بلکہ کافر ہو تو اس کی برکت

سے ایمان والا ہو جاتا ہے اور ایمان والا ہو تو اس کا ایمان اور جلا پاتا ہے۔

اور فقہائے کرام نے مسجدوں کی آرائش کو مستحب فرمایا اور اس کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ (دیکھئے شامی جلد اول ص۴۴۲)

اور مُردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینے کی علت بیان کرتے ہوئے شیخ برہان الدین ابوالحسن علی مرغینانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْظِيمِ الْمَيِّتِ۔ دھونی دینے میں میت کی تعظیم ہے۔

(ہدایہ ص۱۵۸ ج ۱)

معلوم ہوا کہ مسجدوں کو سجانا اور ان کو آراستہ و پیراستہ کرنا ان کی تعظیم ہے جو مستحب ہے اور اسی طرح مردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینا میت کی تعظیم ہے اور یہ بھی مستحب ہے۔ غیر اللہ کی تعظیم ہونے کے باوجود شرک و کفر نہیں ہے اور نہ ضلالت و گمراہی ہے بلکہ ثواب کا کام ہے۔

قرآن کریم اور تفسیر و فقہ سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ کسی کے اعزاز میں صرف کھڑا ہونا ہی تعظیم نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بے شمار طریقے ہیں۔ قول یا فعل جس طرح سے بھی کسی شخص کی بڑائی ظاہر کی جائے سب اس کی تعظیم ہے۔

لہٰذا کسی شخص کی آمد پر اسٹیشن جانا، اس کے گلے میں ہار پھول ڈالنا، زندہ باد کے نعرے لگانا، اس کے لیے جلوس نکالنا، راستے میں جھنڈیاں لگانا اور گیٹ بنانا سب آنے والے کی تعظیم ہے۔

اسی طرح مہمان کی آمد پر عمدہ بستر بچھانا، مسند لگانا اور پُرتکلف کھانا تیار کروانا سب مہمان کی تعظیم ہے۔

آنے والے کے لیے جگہ خالی کر دینا اس کی تعظیم ہے یہاں تک کہ کسی خاص آدمی کے سامنے بیڑی سگریٹ نہ پینا اور پی رہا ہو تو پھینک دینا اس کی تعظیم ہے اس لیے کہ اس فعل سے بھی اس خاص آدمی کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔

مخالفین کے یہاں بھی غیر اللہ کی تعظیم و تکریم کے بیشمار طریقے رائج ہیں مگر کسی دارُالاِفتاء کا کوئی مفتی ان باتوں کو شرک و کفر نہیں قرار دیتا اور نہ حرام و ناجائز ٹھہراتا ہے لیکن جب اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ مُحمّد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور شرک و کفر کے گولے برسانے لگتا ہے۔

بریں دین و دانش بباید گریست

قرآن اور تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۔	(اے نبی) بیشک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور رسول کی تعظیم و تکریم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ (پ ۲۶ ع ۹)

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

فَاَوْجَبَ اللّٰہُ تَعَالٰی تَعْزِیْرَہٗ وَ تَوْقِیْرَہٗ وَ اَلْزَمَ اِکْرَامَہٗ وَ تَعْظِیْمَہٗ۔

خداوند قدوس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و توقیر کو واجب قرار دیا اور انکی تکریم و تعظیم کو لازم فرمایا۔ (شفا شریف ص۲۸ ج۲)

یعنی آیت کریمہ میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ واجب و لازم ہے صرف جائز نہیں ہے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح حضور کا ادب بجالائیں اور ہر جائز طریقے سے انکی تعظیم و توقیر کریں۔ اس لیے کہ حکم مطلق ہے یعنی رسول کی تعظیم کے لیے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا ہر طرح سے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے البتہ انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہنا یا خدائے تعالیٰ کی طرح ان کے لیے کسی صفت کا ثابت کرنا شرک و کفر ہے اور ان کو سجدہ کرنا حرام و ناجائز ہے۔

نکتہ آیت مبارکہ میں پہلے ایمان کا ذکر ہے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ پھر رسول کی تعظیم و تکریم کا حکم ہے وَتُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ پھر اس کے بعد عبادت کے لیے فرمایا گیا وَتُسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔ جس میں اس بات کی جانب واضح اشارہ ہے کہ ایمان سب سے مقدم ہے یعنی ایمان کے بغیر رسول کی تعظیم مقبول نہیں اور تعظیم رسول کے بغیر ساری عبادتیں نماز و روزے، زکوٰۃ و خیرات اور ہر قسم کی ساری نیکیاں سب بیکار ہیں۔

اور ارشادِ خداوندی ہے۔

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔ (پ۱۷ ع۱۱)

اس آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ اور پرہیز گاری ہوگی وہ شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا اور شعائر اللہ کے معنیٰ ہیں اللہ تعالےٰ کے دین کی نشانیاں۔ (تفسیر جلالین ص ۲۳)

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے عظیم ترین نشانی ہیں تو وہ ساری نشانیوں میں سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔ اور آیت مبارکہ میں اس بات کی جانب بھی واضح اشارہ ہے کہ جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا انکار کرتے ہیں وہ اگرچہ بظاہر اچھے نظر آتے ہوں مگر ان کے قلوب تقویٰ اور پرہیز گاری سے خالی ہیں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)

اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

حُرُمٰتِ اللّٰهِ سے مراد وہ چیزیں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک محترم ہیں اور نبی ساری مخلوقات میں خداوند قدوس کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ہوتا ہے لہٰذا آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان نبی کی تعظیم کرے گا اور ان کا ادب بجالائے گا تو وہ کافر و مشرک نہیں ہو جائے گا بلکہ وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا

اے ایمان والو! اللہ و رسول سے آگے

بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔	نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ سُنتا، جانتا ہے۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔	اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اُونچی نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

خداوند قدوس نے ان آیات مبارکہ میں اپنے حبیب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے طریقے بیان فرمائے۔ یعنی نبی کی تعظیم جو مسلمانوں پر واجب لازم ہے۔ اس کے طریقوں میں سے تین طریقے یہ ہیں کہ قول و فعل کسی چیز میں رسول سے آگے نہ بڑھو، رسُول کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو اور جس طرح چلا کر آپس میں ایک دُوسرے سے باتیں کرتے ہو اس طرح رسول کی بارگاہ میں چلا کر باتیں نہ کرو۔ اگر ان حکموں کی خلاف ورزی کرو گے اور تعظیم کی بجائے نبی کی توہین کرو گے تو اے مُسلمانو! تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے یعنی تم مرتد ہو جاؤ گے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی تم اپنے آپ کو ایمان و عمل والا ہی سمجھتے رہو گے۔

نکتہ خدائے تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں تعظیم کا طریقہ بیان کرنے کے لیے ایمان والوں کو مخاطب فرمایا کہ دونوں آیتوں میں حکم بیان کرنے سے پہلے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرمایا اس لیے کہ جو ایمان والے ہیں وہی تعظیمِ نبی کو تسلیم

کرتے ہیں۔ لہذا وہی تعظیم کا طریقہ بتلائے جانے کے بھی مستحق ہیں اور جو ایمان والے نہیں ہیں ان سے تعظیم نبی کا طریقہ بیان کرنا بیکار ہے کہ وہ تعظیم نبی کے قائل ہی نہیں ہیں جیسے کہ غیر مسلم کو نماز پڑھنے کا ڈھنگ سکھانا بے سود ہے کہ وہ نماز کو مانتا ہی نہیں ہے۔

اور خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (پ ۱۸ ع ۱۵)	رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بھی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا طریقہ سکھایا گیا ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو رسول کو اس طرح نہ پکارو۔

حضرت ابو محمد مکی مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

لَا تُنَادُوْهُ بِاسْمِهٖ نِدَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضًا وَلٰكِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ وَنَادُوْهُ بِاَشْرَفِ مَا يُحِبُّ يُنَادٰى بِهٖ يَا نَبِىَّ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!	رسول کو ان کے نام کے ساتھ نہ پکارو جیسے کہ تمہارا بعض بعض کو پکارتا ہے بلکہ ان کی تعظیم و توقیر کرو اور ان کو یا نبی اللہ یا رسول اللہ مہذب الفاظ کیساتھ پکارو جسے وہ پسند فرمائیں۔ (شفا شریف ص ۲۸ ج ۲)

امام جلیل حضرت احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قَدْ نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْاُمُوْرِ الَّتِىْ تَقْتَضِىْ اِهَانَتَهٗ	جن باتوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین پیدا ہوتی ہے ان سے خداوند قدوس

فَكَاَنَّهٗ اَمَرَ بِتَعْظِيْمِهٖ وَ تَوْقِيْرِهٖ عہ

نے منع فرمایا تو گویا اس نے حضور کی تعظیم و توقیر کا حکم فرمایا۔ (نسیم الریاض جلد سوم ص ۲۸۶)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔

اے ایمان والو رَاعِنا مت کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔ (پ۱ ع ۱۳)

حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کچھ کلام فرماتے اور صحابۂ کرام کوئی بات نہ سمجھ پاتے تو عرض کرتے رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللہ! یعنی اے اللہ کے رسول ہماری رعایت فرمائیے اور اس بات کو دوبارہ فرما دیجئے اور یہودیوں کی زبان میں لفظ رَاعِنَا گالی تھی۔ وہ لوگ یہ کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گالی کے معنی میں کہنے لگے تو خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو رَاعِنَا کہنے سے روک دیا اور اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم فرمایا کہ اگرچہ یہ لفظ رَاعِنَا بولنے میں تم لوگوں کی نیت صحیح ہے لیکن یہودیوں کو گستاخی کا موقع ملتا ہے اس لیے یہ لفظ تم لوگ مت بولو۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

نُهُوْا عَنْ قَوْلِهَا تَعْظِيْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَبْجِيْلًا لَهٗ۔

صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے لفظ رَاعِنَا کہنے سے روکے گئے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۲۹)

عہ لان النہی عن الشئی امر بضدہ او یتضمنہ ۱۲ منہ

صحابہ اور تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑا ہو جانا ایسی تعظیم ہے جو ادنیٰ ہونے کے ساتھ بہت عام بھی ہے کہ معمولی آدمی کی بھی کھڑے ہو کر تعظیم کی جاتی ہے مگر مخالفین اس ادنیٰ درجہ کی تعظیم کو بھی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں ٹھہراتے حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رہتے تھے، شریعت کے مزاج سے خوب واقف تھے اور حلال و حرام اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم کیا کرتے تھے جس کی مثال اب پوری دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عُروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صلح کی گفتگو کرنے کے لیے آئے۔ اس موقع پر صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انھوں نے بیان کیا۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى	قسم خدا کی میں بادشاہوں کے درباروں میں
الْمُلُوْكِ وَفَدْتُّ عَلٰى	وفد لے کر گیا ہوں۔ میں قیصر و کسریٰ اور
قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيْ	نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں لیکن
وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ	خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں
يُعَظِّمُهٗ اَصْحَابُهٗ مَا يُعَظِّمُ	دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَھُمْ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا تَوَضَّاءَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَہٗ۔

(بخاری شریف جلد اوّل ص۳۷۹)

کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً انکے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہوجائیں گے اور جب اُنکی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیماً ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں وہ ہر طرح سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے لعابِ دہن تھوک اور بلغم کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے اپنی ہتھیلیوں پر لے کر بدن اور چہروں پر مل لیا کرتے تھے اور اعضائے وضو کا غُسالہ مبارک (دھوون) حاصل کرنے کیلئے لڑنے مرنے کی صورت پیدا کر دیتے تھے۔

افسوس ہے آج کل کے ان نام نہاد مسلمانوں پر جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانے کو بھی تیار نہیں اور پھر اس پر دعویٰ یہ کہ ہم صحابہ ہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں اور ہم سچے پکے مسلمان ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

اس حدیث شریف میں صحابہ کے ہر فعل کو تعظیم کہا گیا جس سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ قول و فعل سے جس طرح بھی بڑائی ظاہر کی جائے سب تعظیم ہی ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا:

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّۃَ وَھُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّۃٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ وَرَأَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَأَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْہُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِہٖ وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْہُ اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِہٖ۔

(بخاری مسلم مشکوٰۃ صہ۷۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ شریف کے ابطح مقام میں دیکھا جبکہ وہ چمڑے کے سرخ خیمہ میں تشریف فرما تھے اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی (ایک لگن میں) لیا اور لوگوں کو دیکھا کہ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا اس نے (اپنے چہرہ وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ صحابۂ کرام رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے کہ آپ کے مستعمل پانی (دھوون) سے برکت حاصل کرنے کے لیے دَوڑ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کرتے تھے اور جو صحابہ پانی نہیں پاتے تھے وہ دُوسرے کے ہاتھ سے تری ہی لے لیا کرتے تھے۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک قریشی غلام نے پچھنا لگانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکلا ہوا مبارک خُون پی لیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذْهَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَكَ مِنَ النَّارِ۔ جا تم نے اپنے آپ کو جہنم سے آزاد کرلیا۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص۲۵۲)

ہر جاندار کا بہتا ہوا خون حرام ہے تو انسان کا خون بدرجۂ اولیٰ حرام ہے لیکن یہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس سے بہا ہوا خُون حرام نہیں بلکہ اس کا پینا باعث برکت اور موجب اجر و ثواب ہے اسی لیے جب غلام نے اسے پی لیا تو آپ نے اس پر ناراضگی نہیں ظاہر فرمائی بلکہ جہنم سے آزادی کی اس کو خوش خبری دی۔

یہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر سے ہے اسی لیے غلام کو اس کا صِلا یہ ملا کہ وہ جہنم سے آزاد ہوگیا۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کَانَ یُوْحٰی اِلَیْہِ وَرَاْسُہٗ
فِیْ حِجْرِ عَلِیٍّ فَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی
غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَصَلَّیْتَ یَا عَلِیُّ قَالَ لَا
فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ
فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ
رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ
الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ
فَرَاَیْتُھَا غَرَبَتْ ثُمَّ
رَاَیْتُھَا طَلَعَتْ وَ
وَقَفَتْ عَلَی الْجِبَالِ
وَالْاَرْضِ وَذٰلِكَ فِی
الصَّھْبَاءِ خَیْبَرَ۔

(شفا شریف جلد اول صـ ۱۸۵)

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اس حال میں آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں تھا) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سُورج ڈوب گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی، یا الٰہ العالمین! علی تیرے اور تیرے رسُول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں تھے (اسلئے ان کی نماز عصر قضا ہوگئی) لہٰذا تو اُن کے لیے سورج کو لوٹا دے۔ حضرت اسمار بنت عمیس فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ سورج ڈوب گیا تھا پھر (دُعائے نبوی کے بعد) میں نے دیکھا کہ وہ نکل آیا اور اس کی کرنیں پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئیں۔ یہ واقعہ مقام صہبا میں پیش آیا جو خیبر سے قریب ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں نماز جیسی اہم عبادت آپ کی نیند

پر قربان کر دی اس لیے کہ ایمان والوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم یعنی ان کی عظمت کا اعتقاد ایمان کا رکن ہے اور فعل تعظیم ایمان کے بعد ہر فرض سے مقدم ہے۔

اور حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ

سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَيْهِ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ فَاِنْ كَانَ فِيْهِ شَيْءٌ اَصَابَنِيْ دُوْنَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهٗ وَ وَجَدَ فِيْ جَانِبِهٖ ثُقُبًا فَشَقَّ اِزَارَهٗ وَسَدَّهَا بِهٖ وَبَقِيَ مِنْهَا اثْنَانِ فَاَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلْ

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غارِ ثور پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدا کی قسم آپ غار کے اندر نہیں داخل ہونگے جب تک آپ کے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں۔ تاکہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے مجھی کو تکلیف پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سُوراخ نظر آئے تو اُن کو انہوں نے اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ کر بھر دیئے اور دو سوراخوں پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا اب آپ اندر تشریف لائیے حضور صلی اللہ

فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَاسَهٗ فِيْ حِجْرِهٖ وَنَامَ فَلُدِغَ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ رِجْلِهٖ مِنَ الْحُجْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكْ مَخَافَةَ اَنْ يَتَنَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوْعُهٗ عَلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَايَجِدُهٗ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهٖ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶)

علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔

ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح بیٹھے رہے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے دریافت فرمایا کیا ہوا۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً ان کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر لوٹ آیا جو آپ کے وصال کا سبب بنا یعنی اس زہر کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہجرت کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ شریف کی آبادی سے نکل کر تقریباً پانچ کلومیٹر جبلِ ثور کے سنسان مقام پر جانا پھر لگ بھگ ڈھائی کلومیٹر بلند خطرناک راستہ طے کر کے پہاڑ کی چوٹی کے قریب اس کے غار تک پہنچنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرنا کہ خدا کی قسم غار کے اندر آپ نہیں داخل ہو سکتے جب تک کہ میں نہ داخل ہو جاؤں تاکہ اگر کوئی اذیت پہنچے تو مجھی کو پہنچے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے بدن کا کپڑا پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کرنا اور دو سوراخوں پر اپنی ایڑیاں لگا دینا یہاں تک کہ سانپ کے کاٹ لینے سے سخت تکلیف کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل آنے کے خوف سے جنبش نہ کرنا۔

یہ ساری باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہیں اور قیام تعظیمی یعنی کھڑے ہو کر تعظیم کرنے سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ ہر وہ شخص جن کی تعظیم کھڑے ہو کر کی جاتی ہے ان سب کے لیے کوئی اس طرح نہیں کرے گا جیساکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے اپنی جان کی بازی لگا کر کیا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قیام تعظیمی شرک و کفر ہو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ ساری تعظیمیں بدرجۂ اولیٰ شرک و کفر ہوں گی۔

العیاذ باللہ تعالیٰ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیرِ لشکر مقرر کر کے شام کی طرف

روانہ فرمایا تھا اور ابھی وہ ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے۔ صحابۂ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ آپ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ۔ لَوْ جَرَّتِ الْکِلَابُ بِاَرْجُلِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَدَدْتُّ جَیْشًا وَجَّھَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کے پاؤں کُتّے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلا سکتا جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص۵۱)

یہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے کہ صحابہ کرام کے زور دینے کے باوجود ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس بلانا گوارا نہ کیا۔

اور صحابیٔ رسول حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُہٗ حَوْلَہٗ کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ۔	میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو صحابۂ کرام کا حال یہ تھا کہ وہ گھیرا ڈالے ہوئے حضور کی بارگاہ میں اسطرح ادب سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں

رواہ اصحاب السنن الاربعہ وصححہ الترمذی۔ پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔

(شفا شریف ج ۲ صہ ۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا اتنے سکون سے بیٹھنا کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہوں اور وہ ان کے اُڑنے کے خوف سے سر نہ ہلائیں یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی تعظیم ہے اسی لیے حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم و تکریم کے بیان میں اس حدیث شریف کو تحریر فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَقَدْ اَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شخص ان کا سر مبارک مونڈ رہا ہے اور صحابہ کرام ان کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے بیٹھے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی کسی کے ہاتھ میں آنے کی بجائے زمین پر گرے۔

(مسلم شریف جلد دوم صہ ۲۵۶)

یہ بھی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونڈے ہوئے بالوں کو لینے کے لیے گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اور آپ کے ایک بال مبارک کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے۔

اور حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ تَعْظِیْمِ الصَّحَابَۃِ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذِنَتْ قُرَیْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ حِیْنَ وَجَّھَہٗ اِلَیْھِمْ فِی الْقَضِیَّۃِ اَبٰی وَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰی یَطُوْفَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(شفا شریف ص۳۱ ج ۲)

صحابہ کرام نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کفار قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کعبہ شریف کے طواف کے لیے کہا، اس موقع پر کہ آپ کو حدیبیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے معاملہ میں مکہ شریف بھیجا تھا تو آپ نے طواف کعبہ سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کر سکتا۔

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ

کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَعُوْنَ بَابَہٗ بِالْاَظَافِرِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ان کے دروازہ مبارک پر ناخنوں سے دستک دیتے۔

(شفا شریف ج ۲ ص۳۲)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اَیْ ضَرْبًا خَفِیْفًا وَدَقًّا لَطِیْفًا تَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَتَشْرِیْفًا۔

(شرح الشفا مع نسیم الریاض جلد سوم ص۳۹۵)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لیے ضرب خفیف سے بہت ہلکی دستک دیتے تھے۔

تعظیم کے لیے مُعظّم کا سامنے ہونا ضروری نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے اگر ہمیں بھی ان کی زیارت نصیب ہو تو ہم بھی ہر طرح ان کی تعظیم کریں گے۔ ہم تو انہیں دیکھ ہی نہیں رہے ہیں تو ہم کس چیز کی تعظیم کریں۔

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ تعظیم کے لیے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے اس کا سامنے ہونا اور اس کا دیکھنا ضروری نہیں۔ بخاری اور مسلم میں میزبانِ رسُول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَتَیۡتُمُ الۡغَائِطَ فَلَا تَسۡتَقۡبِلُوا الۡقِبۡلَۃَ وَلَا تَسۡتَدۡبِرُوۡھَا۔

جب تم پاخانہ (سنڈاس) جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ پیٹھ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۴۲)

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَیۡ جِھَۃَ الۡکَعۡبَۃِ تَعۡظِیۡمًا لَھَا۔

یعنی کعبہ شریف کی جانب منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کیلئے ہے۔
(مرقاۃ جلد اوّل ص۲۸۳)

دیکھئے! پاخانہ کرنے والے کی نگاہ کے سامنے کعبہ شریف نہیں ہے اسے

وہ دیکھ نہیں رہا ہے مگر پھر بھی اس پر لازم ہے کہ وہ کعبہ شریف کی تعظیم کرے۔

نہ دیکھنے کے باوجود اگر وہ کعبہ شریف کی تعظیم نہیں کرے گا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ فعل حرام کا مرتکب ہوگا۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص۱۹۸)

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَہٗ۔	جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۶۹)

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے

تحریر فرماتے ہیں۔

تَخْصِیْصُ الْقِبْلَۃِ لِتَعْظِیْمِھَا۔	قبلہ کی جانب تھوکنے سے اس کی تعظیم کیلئے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ جلد اول ص۴۵۵)

معلوم ہوا کہ قبلہ اگرچہ ہزاروں کلو میٹر دُور ہو اور نگاہوں سے اوجھل ہو

پھر بھی اس کی طرف نہ تھوکنا قبلہ کی تعظیم ہے۔

اور حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں صحابی رسول حضرت سائب بن

خلّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ	ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا

فِي الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ۔ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو آگاہ کیا۔ شخص مذکور نے یہ بات حضور سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے۔ راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور اُن کو ستایا۔

(مشکوٰۃ شریف ص۷۱)

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہوا کہ تعظیم کے لیے معظم کا سامنے ہونا ضروری نہیں کہ امام کی نگاہ کے سامنے کعبہ شریف نہیں تھا پھر بھی اس کی تعظیم ضروری تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص کعبہ شریف کی تعظیم نہ کرے اور کسی طرح سے اس کی

بے ادبی کرے تو اسے امام نہ بنایا جائے اور پہلے سے امام مقرر ہو تو اسے معزول کر دیا جائے۔ تو جو شخص کعبہ کے کعبہ اور ساری کائنات کے آقا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرے بلکہ تعظیم سے انکار کرنے کے ساتھ ان کی توہین بھی کرے تو وہ بدرجۂ اولیٰ امامت کے قابل نہیں کہ وہ اور زیادہ اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور انکے کیلئے اللہ نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (پ ۲۲ ع ۴)

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن چیزوں کو نسبت و تعلق ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے گی اس لیے کہ ان کی تعظیم حقیقت میں رسول کی تعظیم و تکریم ہے۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ اِعْظَامِہٖ وَاِکْبَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِعْظَامُ جَمِیْعِ اَسْبَابِہٖ وَاِکْرَامُ مَشَاھِدِہٖ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہیں ان کی تعظیم کی جائے اور مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن

وَاَمْكِنَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَاهِدِهٖ وَمَالَمَسَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْعُرِفَ بِهٖ۔
(شفا شریف ج ۲ صـ۴۴)

مقامات کو آپ نے مشرف فرمایا ان کا بھی ادب و احترام کیا جائے اور جن جگہوں میں آپ نے قیام فرمایا اور وہ ساری چیزیں کہ جن کو آپ کے دست مبارک نے چھوا یا وہ آپ کے کسی عضو سے مَس ہوئیں یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہوں ان سب کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

اسی لیے صحابۂ کرام تابعین عظام اور علمائے اسلام سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی ہمیشہ تعظیم و تکریم کرتے رہے۔ ثبوت کے لیے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابنِ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا ان کے گھر والوں سے ملے ہیں تو حضرت عبیدہ نے فرمایا۔

لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِّنْهُ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف جلد ۱ صـ۲۹)

۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن

تھے ان کے سر کے سامنے کے حصّہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا جسے زمین پر بیٹھ کر جب وہ کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے۔ کسی نے ان سے کہا ان بالوں کو آپ منڈوا کیوں نہیں دیتے تو انہوں نے فرمایا۔

لَمْ اَکُنْ بِالَّذِیْ اُحْلِقُھَا	میں ان بالوں کو نہیں منڈوا سکتا اسلئے
وَقَدْ مَسَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ	کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ	اپنے دستِ مُبارک سے چھوا ہے۔
وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ۔	(شفا شریف ج ۲ ص ۴۴)

۳۔ حضرت عاصم احول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پیالہ دیکھا جو عریض و عمدہ تھا اور نُضار یعنی شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا تھا وہ ٹوٹ گیا تھا جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاندی کے تار سے جوڑ رکھا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارہا پانی پلایا ہے۔ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا حضرت انس نے چاہا کہ لوہے کا حلقہ نکال دیں اور اس کی جگہ پر سونے یا چاندی کا حلقہ لگا دیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لَا تُغَیِّرَنَّ شَیْئًا صَنَعَہٗ	جس کو رسولِ خُدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	بنایا ہے اس میں ہرگز کوئی تبدیلی مت کرو۔
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	یہ سُن کر انہوں نے ویسا ہی رہنے دیا۔
فَتَرَکَہٗ۔	(بخاری شریف ج ۲ ص ۸۴۲)

یہ پیالہ لوگوں کے نزدیک اتنا قابل تعظیم رہا کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں خرید ا گیا۔

۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھوں سے بُنی ہے میں اسے آپ کے پہننے کے لیے لائی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما لیا کہ آپ کو کپڑے کی ضرورت بھی تھی۔ پھر اسے لنگی کے طور پر پہن کر ہماری طرف تشریف لائے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے ہم کو پہنا دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنا دوں گا۔ کچھ دیر بعد آپ مجلس سے تشریف لے گئے پھر واپس آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھجوا دی۔ لوگوں نے اس صحابی سے کہا کہ تُو نے اچھا نہیں کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چادر مانگ لی جبکہ تم جانتے ہو کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے تو اس صحابی نے کہا:

وَاللّٰہِ مَا سَأَلْتُھَا اِلَّا لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ یَوْمَ اَمُوْتُ فَکَانَتْ کَفَنَہٗ۔

قسم خدا کی میں نے صرف اس لیے لنگی مانگ لی تاکہ وہ میرا کفن بنے تو وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۶۵)

۵۔ ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ حضرت سہل نے ایک پیالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو پانی پلایا۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ

اَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهٗ۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی پیالہ ہمارے لیے نکالا تو ہم نے اس سے پانی پیا۔ پھر خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر اسے لے لیا۔

(بخاری شریف ج ۲ صہ ۸۴۲)

۶۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چارپائی نذر کی تھی جس کے پائے ساگوان لکڑی کے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اسی پر لٹایا گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کو بھی اسی چارپائی پر رکھا گیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بعد وفات اسی پر رکھا گیا۔ پھر یہ چارپائی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی میراث میں فروخت ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن اسحاق نے اس کی لکڑیوں کو چار ہزار درہم میں خریدا۔ (زرقانی بحوالہ ابن عماد ج ۳ صہ ۳۸۲)

۷۔ حضرت ابوبکر بن انباری کی روایت ہے کہ قصیدہ بانت سعاد سنانے کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو چادر عنایت فرمائی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے دس ہزار درہم میں ان سے لینا چاہا تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر کے لیے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ پھر جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ نے ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم

دے کر وہ چادر حاصل کر لی۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ہشام بحوالہ سیرت رسول عربی ص۶۸)

۸۔ حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لنگی، چادر اور کرتا مُبارک تھا۔ کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے بھی تھے تو وصال کے وقت آپ نے وصیّت فرمائی۔

کَفِّنُوْنِیْ فِیْ قَمِیْصِہٖ وَ اَدْرِجُوْنِیْ فِیْ رِدَآئِہٖ وَ اَزِّرُوْنِیْ بِاِزَارِہٖ وَاحْشُوْا مَنْخَرِیْ وَ شَدْقِیْ وَ مَوَاضِعَ السُّجُوْدِ مِنِّیْ بِشَعْرِہٖ وَ ظُفْرِہٖ وَ خَلُّوْا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اَرْحَمِ الرّٰحِمِیْنَ۔	مجھے کفن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرتا پہنایا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں لپیٹا جائے، آپ کی لنگی مجھے پہنا دی جائے اور میرے گلے و منہ اور ان اعضا پر کہ جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الرحمین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۶۳۸)

۹۔ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

رُوِیَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَاضِعًا یَدَہٗ عَلٰی مَقْعَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر شریف میں جو جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی،

مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰى وَجْهِهٖ۔
وہاں اپنا ہاتھ رکھا اور اسے اپنے مُنہ پر پھیرا۔ (شفا شریف ج ۲ صـ۴۴)

۱۰۔ حضرت یحییٰ بن سعید جو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُستاد تھے، ان کے بارے میں حضرت علاّمہ سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ حَيْثُ اَرَادَ الْخُرُوْجَ اِلَى الْعِرَاقِ جَاءَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَمَسَحَهٗ وَدَعَا۔
جب وہ عراق جانے کا ارادہ کرتے تو منبرِ نبوی کے پاس آکر اس پر ہاتھ پھیرتے اور دُعا مانگتے۔ (وفاء الوفا جلد ۲ صـ۴۴۲)

۱۱۔ اور حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں۔

كَانَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يَرْكَبُ بِالْمَدِيْنَةِ دَابَّةً وَكَانَ يَقُوْلُ اَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَطَأَ تُرْبَةً فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَافِرِ دَابَّةٍ۔
حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں کسی جانور کی سواری نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے خُدائے تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس زمین میں رسُولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں میں اس کو اپنے جانور کی سموں (کھروں) سے رَوندوں۔ (شفا شریف ج ۲ صـ۴۴)

۱۲۔ حضرت ابو الفضل جوہری اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیارت کے لیے مدینہ طیبہ کا قصد کیا جب اس مقدس آبادی کے قریب پہنچے تو سواری سے اُتر پڑے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے پیدل چلے

نَزَلْنَا عَنِ الْاَكْوَارِ نَمْشِيْ كَرَامَةً ۔۔۔ لِمَنْ بَانَ عَنْهُ اَنْ نُّلِمَّ بِهٖ رَكْبًا

یعنی ہم سواریوں سے اُتر پڑے اور اس ذاتِ اقدس کی تعظیم کے لیے پیدل چلنے لگے جس کی زیارت سواری کی حالت میں ادب کے خلاف ہے۔

(شفا شریف ج ۲ صہ ۴۵)

۱۳۔ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایاز کا لڑکا جس کا نام محمد تھا وہ سلطان محمود غزنوی کی خدمت کے لیے رہا کرتا تھا۔ ایک دن سلطان نے حکم دیا کہ ایاز کے لڑکے سے کہو طہارت خانہ میں پانی رکھے۔ بادشاہ کے وضو کرلینے کے بعد ایاز نے عرض کیا غلام زادہ سے کیا غلطی ہوگئی کہ آج حضور نے اس کا نام نہیں لیا۔ سلطان نے فرمایا اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ میں باوضو نہیں تھا اور اس کا نام محمد ہے۔ مجھے شرم آئی کہ بے وضو ہونے کی حالت میں اس کا نام میری زبان پر جاری ہو۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو بردن ادب نمی دانم

(تفسیر روح البیان ج ۷، صہ ۱۸۵)

مذکورہ بالا تمام واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ صحابہ، تابعین تبع تابعین اور دیگر بزرگانِ دین وغیرہ ان تمام چیزوں کی ہمیشہ تعظیم کرتے رہے جن کو سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تھوڑی بھی نسبت حاصل رہی اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک و کفر ہوتا تو صحابۂ کرام وغیرہ ان چیزوں کی تعظیم ہرگز نہ کرتے اس لیے کہ یہ تعظیمیں کھڑے ہونے کی تعظیم سے بہت ارفع و اعلیٰ ہیں تو وہ بدرجۂ اُولیٰ شرک و کفر ہوتیں۔

حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

حضرات ائمہ کرام وعلمائے اسلام حدیث شریف کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے جن میں حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سرِفہرست ہے۔ حضرت محمد بن یوسف فربری علیہ الرحمۃ والرضوان کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مَا وَضَعْتُ فِی کِتَابِ الصَّحِیْحِ	بخاری شریف میں ہر حدیث کو لکھنے سے
حَدِیْثًا اِلَّا اغْتَسَلْتُ قَبْلَ	پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز
ذٰلِکَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ۔	پڑھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۵)

معلوم ہوا کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی عظمت وبزرگی اور جن کا علم ساری دُنیا کو مسلم ہے کہ ان کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ انہوں نے حدیث شریف کی اس طرح تعظیم کی کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرما کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس لیے کہ حدیث شریف کی تعظیم حقیقت میں سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

لھٰذا عام طور پر جو کہا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث میں قیامِ تعظیمی کا حکم کہاں ہے جو کیا جاتا ہے امام بخاری کے عمل سے مخالفین کا یہ اعتراض دفع ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں حکم نہیں فرمایا ہے کہ حدیث شریف لکھنے سے پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھا کرو مگر اس کے باوجود امام بخاری

تعظیمِ رسول میں ایسا کیا کرتے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کی تعظیم کے لیے الگ الگ خدا و رسول کا حکم ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ کہ جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑائی ظاہر ہو ان تمام طریقوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔

۲۔ حضرت ابو مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

كَانَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ لَا يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا هُوَ عَلٰى وُضُوْءٍ اِجْلَالًا لَهٗ۔

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف تعظیم و تکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۵)

۳۔ حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لیے آتے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے کے لیے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آتے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے۔

اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لیے آتے ہیں تو حضرت امام غسل فرما کر خوشبو لگاتے پھر لباس بدل کر نکلتے۔ آپ کے لیے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے اور شروع مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِیْثَ — میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اکرم
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ — کی تعظیم کروں۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۴- ابن مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقیق کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے راستے میں ان سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھ کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ مجھے تم سے اُمید نہیں تھی کہ راستہ چلتے ہوئے تم مجھ سے حدیث شریف کے بارے میں سوال کروگے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۵- قاضی جریر بن عبد الحمید نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کھڑے ہونے کی حالت میں ایک حدیث کی بابت پوچھا تو امام موصوف نے ان کے لیے قید کا حکم فرمایا۔ جب حضرت امام سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا۔
اَلْقَاضِیْ اَحَقُّ مَنْ — قاضی تعظیم سکھائے جانے کا زیادہ مستحق
اُدِّبَ۔ — ہے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۶- حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں ہشام بن غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے ایک حدیث شریف پوچھی تو آپ نے ہشام کو بیس کوڑے مارے پھر ترس آیا تو بیس حدیثیں روایت کیں ہشام نے کہا
وَدِدْتُّ لَوْ زَادَنِیْ سِیَاطًا — اے کاش! وہ اور کوڑے مارتے اور
وَیَزِیْدُنِیْ حَدِیْثًا۔ — زیادہ حدیثیں بیان فرماتے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۷)

۷۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنار میں ایک بچھو نے آپ کو سولہ مرتبہ ڈنگ مارا جس سے ان کا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا مگر انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہو گئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا آج آپ کے اندر میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالًا لِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔	میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۶)

۸۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ اس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے آپ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث شریف بیان کی۔ اس شخص نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ اُٹھنے کی تکلیف نہ فرماتے انہوں نے فرمایا:

اِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اُحَدِّثَكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ۔	میں پسند نہیں کرتا کہ میں لیٹے ہوئے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث شریف بیان کروں۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۵)

سید التابعین حضرت سعید بن المسیب اور حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اجلہ تبع تابعین میں ہیں ان حضرات نے بھی اپنے قول وفعل سے ثابت کر دیا کہ حدیث شریف کی تعظیم ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام کہ جس سے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی ظاہر ہو سب بلاشبہ جائز و مستحسن ہے اگرچہ قرآن وحدیث میں اس قسم کی تعظیم کا بالتصریح حکم نہ ہو اس لیے کہ خداوند قدوس کا ارشادِ عام وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ تعظیم کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس دلیل سے امام بخاری، سعید بن المسیب اور حضرت امام مالک وغیرہ کو حدیث کے احترام سے حضور کی تعظیم کرنا جائز ہو اسی دلیل سے کھڑے ہو کر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہے۔

اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد جن کا سلسلہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاری ہوا ان کی بھی تعظیم کی جائے اسی لیے صحابۂ کرام، ائمۂ اسلام اور وہ تمام حضرات جو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتے تھے ہمیشہ آپ کی اولاد کی تعظیم کرتے رہے۔

۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنی کم سنی کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا اِنْزِلْ عَنْ

مِنۡبَرِ اَبِیۡ وَاذۡھَبۡ اِلٰی مِنۡبَرِ اَبِیۡكَ ۔یعنی میرے باپ کے منبر سے اُترئیے اور اپنے باپ کے منبر پر جائیے ۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لَمۡ یَكُنۡ لِاَبِیۡ مِنۡبَرٌ ۔میرے باپ کا منبر نہیں تھا ۔اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا ۔میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا ۔جب آپ منبر سے اُترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے ۔پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہو اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں ۔(الشرف المؤبد ص۹۳)

۲۔ حضرت سعید بن ابان قرشی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی نوعمری کے زمانے میں خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے ۔آپ نے انہیں اُونچی جگہ بٹھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی ۔جب وہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے خلیفہ سے کہا آپ ایک نوعمر بچے کے ساتھ اس طرح پیش آئے ۔انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضۡعَةٌ مِنِّیۡ یُسِرُّنِیۡ مَا یَسِرُّھَا وَاَنَا اَعۡلَمُ اَنَّ فَاطِمَةَ لَوۡ كَانَتۡ حَیَّةً لَاَسَرَّھَا مَا فَعَلۡتُ بِابۡنِھَا ۔

فاطمہ میری لختِ جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے اور میں جانتا ہوں اگر حضرت فاطمہ تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے وہ ضرور خوش ہوتیں ۔ (الشرف المؤبد ص۹۳)

۳۔ حضرت شیخ عدوی اپنی کتاب مشارق الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہر بلخ کے ایک علوی کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیوی سمرقند چلی گئیں ساتھ میں چند بیٹیاں

بھی تھیں جن کو انہوں نے مسجد میں بٹھادیا اور خود جاکر انہوں نے رئیس شہر سے ملاقات کی اور اس سے اپنا حالِ زار بیان کیا مگر مسلمان ہونے کے باوجود اس نے کوئی توجہ نہیں کی اور یہ کہا کہ اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔ وہاں سے مایوس ہوکر وہ محافظِ شہر کے پاس گئیں جو مجوسی آتش پرست تھا۔ اس نے آپ کی اور آپ کی بیٹیوں کی بڑی تعظیم و تکریم کی جس کی برکت سے مجوسی کا پورا گھر مسلمان ہوگیا۔

رات کے وقت خواب میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیسِ شہر سے منہ پھیرلیا اور محافظ شہر سے جنت کے ایک محل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

هٰذَا الْقَصْرُ لَكَ وَلِاَهْلِكَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِيَّةِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

یہ محل تمہارے اور تمہارے گھر والوں کیلئے ہے اور تم لوگ جنتی ہو۔

(الشرف المؤبد ص۹۷) عہ

۴۔ حضرت ابو محمد فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے بعض حسینی سیدوں سے بغض رکھتا تھا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ خلافِ سنت افعال کے مرتکب ہیں۔ میں ایک دن مسجد نبوی میں روضۂ مبارکہ کے سامنے سو گیا۔ مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کیا بات ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی پناہ میں انہیں ناپسند نہیں رکھتا، مجھے

عہ اس واقعہ کی تفصیل ہماری کتاب خطباتِ محرم ص۲۸۴ پر دیکھیں۔ الامجدی

سنت کے خلاف ان کا عمل ناپسند ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَيْسَ مَسْأَلَةٌ فِقْهِيَّةٌ اَنَّ الْوَلَدَ الْعَاقَّ يُلْحَقُ بِالنَّسَبِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا وَلَدٌ عَاقٌّ فَلَمَّا انْتَبَهْتُ صِرْتُ لَا اَلْقٰى مِنْهُمْ اَحَدًا اِلَّا بَالَغْتُ فِىْ اِكْرَامِهٖ۔

کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے۔ حضرت ابو محمد فارسی فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل بدل گیا۔ پھر میں ان میں سے جس کسی سے بھی ملتا ان کی خوب تعظیم و تکریم کرتا۔

(الشرف المؤبد ص ۹۷)

تعظیم و توہین کا مدار

یہ بات اہل علم کے نزدیک مسلم ہے کہ جس طرح حلف یعنی قسم کا دار و مدار عرف پر ہے اسی طرح تعظیم و توہین کا مدار بھی عرف ہی پر ہے۔ کوئی قول ہو یا فعل کسی کے عرف میں اگر وہ تعظیم کے لیے مانا جاتا ہے تو وہ قول یا فعل اس کے یہاں تعظیم ہی قرار دیا جائے گا اور وہی قول و فعل اگر کسی دوسرے ملک یا قوم میں توہین سمجھا جاتا ہے تو وہاں اس قول و فعل کو توہین ہی ٹھہرایا جائے گا۔

خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْ
ماں باپ کو اُف نہ کہنا اور نہ اُن کو جھڑکنا

هُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (پ ۱۵ ع ۳)

حضرت امام قاضی ابوزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لَوْ اَنَّ قَوْمًا يَعُدُّوْنَ التَّافِيفَ كَرَامَةً لَا يَحْرُمُ عَلَيْهِمْ تَافِيفُ الْاَبَوَيْنِ۔ اگر کوئی قوم اُف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے تو انہیں ماں باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہے۔ (اصول الشاشی بیان دلالۃ النص ص ۳۱)

یعنی آیت کریمہ میں اگرچہ ماں باپ کو اُف کہنے سے روکا گیا ہے لیکن چونکہ تعظیم و توہین کا مدار عُرف پر ہے اس لیے اگر کسی کے عرف میں ماں باپ کو اُف کہنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اس لفظ سے ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے تو اس شخص کو ماں باپ کے لیے اُف کہنا حرام نہیں ہوگا بلکہ اس لفظ کو ان کے لیے بولنے سے بیٹے کو ثواب بھی ملے گا کہ جب یہ لفظ اس کے عرف میں تعظیم کے لیے ہے تو ماں باپ کو اس سے خوشی ہوگی اور ان کو خوش کرنے میں ثواب یقیناً ملے گا۔

جیسے کہ فارسی عرف میں کسی شخص کے لیے مہتر کا لفظ بولنا اس کی تعظیم ہے اس لیے کہ اس کے معنی ہیں سردار اور بہت بزرگ و برتر۔ مگر فارسی عرف کا یہی عزت والا لفظ ہمارے عرف میں کسی شخص کو کہنا اس کی توہین و تذلیل ہے۔

اور یہی عرف ہی بنیاد ہے کہ ہم اپنے ملک میں خداوند قدوس کے لیے مکر کا لفظ نہیں بول سکتے کہ اس کی توہین ہے لیکن عربی عرف میں توہین نہیں اسی لیے قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (پ ۳ ع ۱۳۔ پ ۹ ع ۱۸)

اور حدیث شریف میں ہے حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَافِيًا وَّمُنْتَعِلًا۔

میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ (ابوداود، مشکوٰۃ ص۷۳)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰى فِيْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا۔ (ابوداود۔ دارمی مشکوٰۃ ص۷۳)

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آیا کرے تو دیکھ لیا کرے۔ اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو اسے پونچھ دے اور اُن کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔ (۱)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو۔ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ (ابوداود، مشکوٰۃ ص۷۳)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ جوتا پہنے ہوئے مسجد میں جاکر نماز پڑھنا جائز ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین مبارک کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے

---

(۱) جوتے میں اگر دلدار نجاست لگی ہو تو وہ مٹی وغیرہ سے پونچھنے پر پاک ہوجائے گا پیشاب لگے تو مٹی ڈال کر رگڑے اور سوکھ جائے تو دھونے سے پاک ہوگا۔

بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ جوتے پہن کر نماز پڑھو۔

مگر یہ عرب کا عرف ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانے سے اس کی توہین نہیں ہوتی۔ اسی لیے مسجد حرام جو ساری دنیا کی مسجدوں میں سب سے زیادہ افضل اور سب سے زیادہ قابلِ تعظیم و تکریم ہے آج بھی عرب اس میں جوتا پہن کر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور اسے آدابِ مسجد کے خلاف نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے عرف میں چونکہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا اس کی توہین ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی سرکشی سے جوتا پہن کر مسجد میں جائے تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے جائز نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے اور صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ائمۂ دین نے اس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین بن نجیم کی بحر الرائق اور فتاویٰ سراجیہ اور فتاویٰ عالمگیریہ جلد پنجم ص۱۲۲ کتاب الکراہیۃ باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ۔ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے ہوئے جائے بے ادب ٹھہرے۔ نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے۔ مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور ان میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انہیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ انتہیٰ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص۲۷۵)

اسی طرح عرب کے عرف میں ملاقات پر ایک دوسرے کا رخسار و گال چومنا اور مہمان کی سواری کے لیے خچر و گدھے کو پیش کرنا اس کی تعظیم ہے لیکن

ہمارے عرف میں توہین ہے۔

اور تالی پیٹنا ہمارے عرف میں ذلیل کرنا اور ہنسی اُڑانا ہے مگر انگریزی ماحول میں تعظیم و تحسین ہے۔

اور عربی مدارس کے عرف میں طلبہ کا ایک درجہ میں بیٹھا رہنا اور اساتذہ کا تعلیم دینے کے لیے ایک درجہ سے دُوسرے درجہ میں جانا ان کی توہین ہے لیکن انگریزی سکولوں میں توہین نہیں۔

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے۔ اس کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی ملک کے عرف میں کوئی پیشہ ذلیل مانا گیا ہے تو معزز گھرانے کی لڑکی کا اس پیشہ والے سے نکاح کرنا اس کے خاندان کی توہین ہے اور وہی پیشہ اگر کسی دُوسرے مُلک میں معزز سمجھا جاتا ہے تو توہین نہیں۔

حضرت امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه وعلى هٰذا ينبغي ان يكون الحائك كفوًا للعطار بالاسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم نقصها البتة۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۳)

مذکورہ بالا تمام مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے اور ہمارے عرف میں کسی کا یوم ولادت منانا اس کی تعظیم و تکریم ہے۔ اسی لیے بڑے لیڈروں کی جینتی منائی جاتی ہے۔ لہٰذا ربیع الاوّل شریف کی بارہویں تاریخ کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا۔ اس تاریخ میں تعطیل کرنا، دکانیں بند رکھنا، غسل کرنا، خوشبو لگانا

نئے کپڑے پہننا. خوشی ظاہر کرنا، گھروں کو آراستہ کرنا، چراغاں کرنا. سڑکوں اور گلیوں کو قمقموں سے سجانا، سڑکوں پر گیٹ بنانا، نعروں کے ساتھ جلوس نکالنا اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا سب جائز ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا جواز قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام و ائمۂ عظام کے قول وفعل سے ثابت ہے اور جب دار العلوم دیوبند وندوۃ العلماء لکھنؤ کا جشن منانا جائز ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔

یہیں سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جس مصلے میں کعبۂ معظمہ یا گنبدِ خضراء کا نقش ہو اس پر نماز پڑھنا ان کی بے ادبی نہیں اس لیے کہ یہ ہمارے عرف میں توہین نہیں بشرطیکہ سجدہ کی جگہ میں ہوں پیروں کی طرف نہ ہوں. اس لیے کہ سجدہ کی جگہ مقامِ تعظیم ہے اور پیروں کی جگہ مقامِ توہین۔

اسی لیے اگر جاندار کی تصویر محلِ سجود میں ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی کہ مقامِ تعظیم میں ہے اور پاؤں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں ہو تو مکروہ نہیں کہ مقامِ توہین میں ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول ص۴۳۵ بیان مکروہات الصلوٰۃ میں ہے وان یکون فوق راسه او بين يديه او بحذائه يمنة ويسرة او محل سجوده۔ ولا يكره لو كانت تحت قدميه او محل جلوسه لانها مهانة۔

قیام تعظیمی اور علمائے اسلام

قرآن مجید کی آیت کریمہ وَ تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ سے ثابت ہوا کہ نفسِ تعظیم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واجب ولازم ہے۔ وجوب کی صراحت حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی فرمائی ہے جیساکہ سابق میں گذرا۔

رہا تعظیم کا ادا کرنا تو وہ بعض صورتوں میں فرض وواجب ہے۔ بعض صورتوں میں سنت ومستحب اور بعض صورتوں میں جائز ومستحسن اس لیئے کہ کسی شخص کے حکم پر عمل کرنا بھی اس کی تعظیم ہے اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا کبھی فرض وواجب، کبھی سنت ومستحب اور کبھی جائز ومستحسن ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اصول فقہ کی کتابوں میں ثابت ہے۔

صحابۂ کرام، ائمہ عظام، علمائے اسلام اور ہر خاص وعام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے حق کو حتی الامکان ہر طرح ادا کیا اور آج بھی محبت والے جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی تعظیم کا حق ادا کر رہے ہیں مگر اس زمانہ کے کچھ نئے فرقے والے جن کا مذہب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانا، وہ ہر اس تعظیم کی مخالفت کرتے اور شرک وکفر کا فتویٰ لگاتے ہیں جس کا حکم انہیں قرآن وحدیث میں صراحۃً نہیں ملتا لیکن قرآن مجید اور بخاری شریف سے وہ یہ نہیں پوچھتے کہ چھ لاکھ حدیثوں کے حافظ امام بخاری نے کس آیت اور کس حدیث کے حکم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس طرح تعظیم کی کہ

ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی ۔ صرف ہم سے پوچھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر تعظیم کرنا قرآن و حدیث سے کہاں ثابت ہے ۔ حالانکہ امام بخاری کی وہ تعظیم جس کا حکم کتاب و سنت میں کہیں صراحتاً مذکور نہیں قیام تعظیمی سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے مگر ہمارے اُوپر اس تعظیم کا حکم صریح دکھانا لازم ہے اور امام بخاری پر لازم نہیں ۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

تمام علمائے ملت اسلامیہ کو جنہوں نے اپنا مذہب یہ نہیں ٹھہرایا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹائیں بلکہ حضور کی تعظیم و تکریم ان کے ایمان کی جان ہے ۔ انہوں نے اپنے قول و فعل سے قیام تعظیمی کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے ہٹ دھرم اور دشمن عظمت رسول کے علاوہ دوسرا کوئی اس کے جواز سے انکار نہیں کر سکتا ۔

۱۔ حضرت امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو مخالفین بھی دین کا امام و پیشوا اور بہت بڑا مجتہد تسلیم کرتے ہیں، ان کا واقعہ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علماء کا مجمع تھا تو ایک نعت خواں نے نعت شریف کے دو شعر پڑھے ۔

فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَامَ الْاِمَامُ السُّبْكِيُّ وَجَمِيْعُ مَنْ بِالْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ عَظِيْمٌ بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَيَكْفِيْ ذٰلِكَ

تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لُطف آیا ۔ اور پیروی کے لیے اسی قدر کافی ہے ۔

فِی الْاِقْتِدَا۔ (تفسیر روح البیان ج ۹ ص۵۶)

۲۔ عارف باللہ حضرت سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

قَدِ اسْتَحْسَنَ الْقِیَامَ عِنْدَ	بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
ذِکْرِ الْوِلَادَۃِ الشَّرِیْفَۃِ	ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا ان
اَئِمَّۃٌ ذُوْ دِرَایَۃٍ وَرِوَایَۃٍ۔	اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے جو صاحب درایت
	و روایت تھے (عقد الجواھر و اقامۃ القیامہ ص۱۲)

۳۔ عالم کامل حضرت عثمان بن حسن دمیاطی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْقِیَامُ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَۃِ سَیِّدِ	ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی	وسلم کے وقت قیام کرنا بیشک مستحب و
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْرٌ لَاشَکَّ فِیْ	مستحسن ہے جس کے کرنے والے کو
اِسْتِحْبَابِہٖ وَاسْتِحْسَانِہٖ وَنَدْبِہٖ	ثواب کبیر و فضل کثیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم
یَحْصُلُ لِفَاعِلِہٖ مِنَ الثَّوَابِ الْاَوْفَرِ	ہے یعنی اس نبی کریم صاحب خلق عظیم
وَالْخَیْرِ الْاَکْبَرِ لِاَنَّہٗ تَعْظِیْمٌ	علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے جن کی
اَیْ تَعْظِیْمٌ لِلنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ	برکت سے خدائے تعالیٰ ہمیں کفر کی
ذِی الْخُلُقِ الْعَظِیْمِ الَّذِیْ	تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لایا اور
اَخْرَجَنَا اللّٰہُ بِہٖ مِنْ	ان کے سبب ہمیں جہالت کے دوزخ سے
ظُلُمَاتِ الْکُفْرِ اِلَی الْاِیْمَانِ	بچا کر معرفت و یقین کی جنتوں میں داخل فرمایا
وَخَلَّصَنَا اللّٰہُ بِہٖ مِنْ	تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا
نَارِ الْجَھْلِ اِلٰی جَنَّاتِ	رب العالمین کی خوشنودی کی طرف دوڑنا

الْمَعَارِفِ وَالْاِيْقَانِ	ہے اور قوی ترین شعار دین کا اظہار
نَتَعْظِيْمُهٗ صَلَّى اللّٰهُ	کرنا ہے (خدائے تعالیٰ نے فرمایا) اور
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ	جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے
مُسَارَعَةٌ اِلٰى رِضَاءِ	تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاِظْهَارِ	(پ ۱۷ ع ۱۱) اور خدائے عزوجل نے فرمایا
اَقْوٰى شَعَائِرِ الدِّيْنِ	اور جو اللہ تعالےٰ کی حرمتوں کی تعظیم
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ	کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب
فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ	کے یہاں بہتر ہے۔ (پ ۱۷ ع ۱۱)
وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ	(اثبات قیام بحوالہ اقامۃ القیامہ صد ۱۳)
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔	

۴۔ زین الحرم حضرت سید احمد زین دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ	ولادتِ اقدس کے ذکر کے وقت کھڑا
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ہونا اور محفلِ میلاد کے حاضرین کو کھانا
وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَغَيْرُ	وغیرہ دینا اور ان کے سوا دوسری نیکی کی
ذٰلِكَ مِمَّا يَعْتَادُ النَّاسُ	باتیں جو مسلمانوں میں رائج ہیں تو وہ سب
فِعْلَهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْبِرِّ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے
فَاِنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ مِنْ	ہیں (اور قرآن مجید نے ہمیں حضور صلی اللہ
تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم دیا ہے)
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔	(الدرر السنیہ بحوالہ اقامۃ القیامہ صد ۱۵)

۵۔ سراج العلما حضرت عبداللہ سراج مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

تَوَارَثَهُ الْاَئِمَّةُ الْاَعْلَامُ	قیام تعظیمی مشہور اماموں میں برابر متوارث
وَاَقَرَّهُ الْاَئِمَّةُ وَالْحُكَّامُ	چلا آرہا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے
مِنْ غَيْرِ نَكِيْرِ مُنْكِرٍ وَ	برقرار رکھا اور کسی نے اس کا رد و
رَدِّ رَادٍّ وَ لِهٰذَا كَانَ	انکار نہ کیا لہذا وہ مستحب ٹھہرا اور
حَسَنًا وَمَنْ يَسْتَحِقُّ التَّعْظِيْمَ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ
غَيْرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ	دوسرا کون تعظیم کا مستحق ہے اور حضرت
وَسَلَّمَ۔ وَيَكْفِيْ اَثَرُ عَبْدِ اللّٰهِ	سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى	حدیث شریف کافی ہے کہ جس کام کو
عَنْهُ مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ	مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے
حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔	نزدیک بھی اچھا ہے۔

(اقامۃ القیام ص۲۱)

۶۔ حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

حُرْمَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ	اور ان کی تعظیم و تکریم وصال کے بعد
وَتَوْقِيْرُهٗ وَ تَعْظِيْمُهٗ	بھی لازم ہے جیسے کہ ان کی ظاہری
لَازِمٌ كَمَا كَانَ حَالَ	زندگی میں لازم تھی۔ وصال کے بعد
حَيَاتِهٖ وَ ذٰلِكَ عِنْدَ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر،
ذِكْرِهٖ وَ ذِكْرِ حَدِيْثِهٖ	ان کی حدیث و سنت کے ذکر اور ان کا

وَسُنَّتِہٖ وَسَمَاعِ اِسْمِہٖ وَسِیْرَتِہٖ۔ مقدس نام و سیرتِ مبارکہ سننے کے وقت ان کی تعظیم و توقیر کی جائے گی۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۳۲)

۷۔ مخالفین کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفلِ مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸

عجیب بات ہے کہ پیر و مُرشد تو قیام میں لطف و لذت پاتے ہیں مگر مریدین و معتقدین اس کو شرک و کفر کہتے ہیں تو نہ معلوم پیر صاحب پر وہ کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

اعتراضات و جوابات

مخالفین کہتے ہیں قیام تعظیمی بدعت ہے اور حدیث شریف میں ہے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہذا قیامِ تعظیمی ناجائز اور بدعت و گمراہی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف عام مخصوص منہ البعض ہے، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے لیکن اس سے مُراد صرف بدعتِ سیئہ ہے، بدعتِ حسنہ گمراہی کے حکم میں داخل نہیں جیساکہ

پ رکوع ۱۱ میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔	جب وہ بھول گئے جس کی اُنکو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے اُوپر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔

یہ بھی عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یعنی فرمایا کہ ہر چیز کے دروازے ان پر کھول دیئے حالانکہ رحمت کے دروازے ان کافروں پر نہیں کھولے گئے تھے۔

اور جیسے کہ پ ۱۹ ع ۱۷ میں ہے۔

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ	بلقیس کو ہر چیز دی گئی۔

اس عام میں بھی تخصیص ہے اس لیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت بلقیس کو نہیں دیا گیا تھا۔

حدیث مذکور سے مراد صرف بدعت سیئہ ہے۔ اس بات کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي	جو شخص اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی۔

الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۳۳)

اور جو اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اسکے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنیوالوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ نے واضح کر دیا کہ بدعت صرف سیئہ نہیں حسنہ بھی ہوتی ہے ۔اسی لیے شارحین حدیث نے فرمایا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ بدعت محرمہ، بدعت مکروہہ ، بدعت واجبہ ، بدعت مستحبہ ، بدعت مباحہ ۔تفصیل کے لیے دیکھیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹ اور اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸ یا انوار الحدیث ص ۱۰۶

اور بدعت کے حسنہ اور سیئہ ہونے کا معیار وہ ہے جو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مَا اُحْدِثَ مِمَّا یُخَالِفُ الْکِتَابَ اَوِ السُّنَّۃَ اَوِ الْاَثَرَ اَوِ الْاِجْمَاعَ فَھُوَ ضَلَالَۃٌ۔ وَمَا اُحْدِثَ مِنَ الْخَیْرِ مِمَّا لَا یُخَالِفُ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ بِمَذْمُوْمٍ۔

اگر ایسی چیز ایجاد کی گئی جو قرآن مجید ، حدیث شریف، آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے اور اگر ایسی اچھی بات ایجاد کی گئی جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے

تحریر فرمایا۔

آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شد بر آں آنرا بدعت حسنہ گویند۔ و آنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۳۵)

جو بدعت کہ حضور کی سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہے اور اس پر قیاس کی گئی ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو بدعت کہ سنت کے مخالف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔

اور مخالفین جو بدعت کی دو قسمیں حسنہ اور سیئہ ماننے کو تیار نہیں وہ حضرت امام شافعی اور حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھنے والے نہیں کہ ان حضرات کے نزدیک بدعت اچھی و بُری دونوں ہوتی ہے اور یہ اس سے انکار کرتے ہیں اور یہ انکار حقیقت میں مسلم شریف کی اس حدیث کا انکار ہے جس سے بدعت کا حسنہ و سیئہ ہونا ثابت ہے اور حضرت امام شافعی و محقق علی الاطلاق کو جاہل ٹھہرانا ہے۔

اگر اب بھی ان کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ بدعت کی دو قسمیں حسنہ و سیئہ نہ مانیں تو وہ تمام باتیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوئیں سب کو نہیں حرام و ناجائز ماننا پڑے گا جیسے قرآن مجید کا تیس پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا، ان پر زبر زیر وغیرہ لگانا، حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، ان کی قسمیں صحیح، حسن اور ضعیف وغیرہ بنانا۔ فقہ، علم کلام اور اصول حدیث و اصول فقہ کے سارے قاعدے قانون، شریعت کے چار طریقے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔ اسی طرح طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی اور ان کے وظیفے، مراقبے

اور چلے وغیرہ۔

اس لیے کہ یہ ساری باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوئیں اور شارح مسلم حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اَلْبِدْعَۃُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقَ وَفِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو (لغت میں) اس کو بدعت کہتے ہیں اور شرع میں بدعت ہے ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۹)

مگر مخالفین کا عجیب مذہب ہے کہ مذکورہ بالا ساری بدعتیں ان کے نزدیک جائز ہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کا جشن مناکر اس کی تعظیم کرنا اور اپنے مولویوں کے احترام میں کھڑا ہونا بھی جائز ہے لیکن اللہ کے محبوب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کھڑا ہونا حرام وناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔

خدائے عزوجل انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ان کے دلوں سے عظمتِ رسول کی عداوت نکال کر صحیح مسلمان بننے کی توفیقِ رفیق بخشے۔ آمین

مخالفین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ صحابۂ کرام نے قیام تعظیمی نہیں کیا۔ آپ کیوں کرتے ہیں۔ کیا آپ صحابہ سے محبت میں بڑھ کر ہیں۔ جب انتہائی محبت کے باوجود صحابہ نے ایسا نہیں کیا تو دوسروں کو ایسی تعظیم کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ خداوند قدوس نے وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حکم فرمایا ہے تو مسلمانوں

کا جذبہ دل جس طرح بھی رہبری کرے ہر طریقے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔ صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے کوئی فعل ناجائز نہیں ہو جائے گا۔ اس لیے کہ صحابہ کا کرنا کسی کام کے جائز ہونے کی دلیل تو ضرور ہے مگر نہ کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہرگز نہیں۔ اسی لیے صحابہ نے جو کام نہیں کیے ایسے بے شمار کام مسلمان روزانہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

اَلْفِعْلُ يَدُلُّ عَلَى الْجَوَازِ	کرنے سے جائز ہونا سمجھا جاتا ہے اور نہ
وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَا يَدُلُّ	کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔
عَلَى الْمَنْعِ۔	(مواہب لدنیہ بحوالہ اقامۃ القیامہ ص۴۹)

اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

نکردن چیزے دیگر ست و منع	نہ کرنا دوسری چیز ہے اور منع فرمانا دوسری
فرمودن چیزے دیگر۔ ملخصاً	چیز ہے۔ (تحفۂ اثنا عشریہ بحوالہ اقامۃ القیامہ ص۴۹)

لہٰذا صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے قیام تعظیمی کو شرک وکفر یا حرام و ناجائز ٹھہرانا غلطی ہے۔ دیکھئے بعض صحابہ نے حدیثیں لکھیں[۱] مگر انہوں نے امام بخاری کی طرح ہر حدیث لکھنے سے پہلے نہ غسل کیا اور نہ دو رکعت نماز پڑھی اور اسی طرح صحابۂ کرام چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے۔ یعنی حضرت امام مالک کی طرح ایک دوسرے

---

[۱] ملاحظہ ہو انوار الحدیث ص۸۷

سے حدیث بیان کرنے کے لیے صحابہ غسل نہیں کرتے تھے، نہ کپڑے میں عطر لگاتے تھے اور نہ اس کے لیے خوشبو سلگاتے تھے تو کیا صحابہ کے اس طرح نہ کرنے سے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مالک کا حدیث شریف کی تعظیم کرنا حرام وناجائز ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ گنہگار قرار دیئے جائیں گے ؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ بلاشبہہ جائز ومستحسن ہی رہے گا۔

تو اسی طرح صحابہ کا تعظیمی قیام نہ کرنے کے باوجود لوگوں کا کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جائز ہی رہے گا۔ شرک وکفر یا حرام وناجائز نہیں ہو جائے گا۔

قیام تعظیمی کے بارے میں مخالفین کے نزدیک بہت اہم اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف میں کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کو منع کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُوْا کَمَا تَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

تم لوگ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کھڑے ہو کر تعظیم کرتے ہیں۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

مَن سَرَّہٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

جس کو پسند ہو کہ لوگ تعظیم کے لیے اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

كَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ ۔ صحابہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے حضور کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۳)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر صورت میں کھڑے ہونے کو حدیث شریف میں نہیں منع کیا گیا ہے بلکہ صرف اس حالت میں منع کیا گیا ہے جب کوئی شخص چاہے کہ لوگ اس کے لیے قیام کریں۔ یا وہ بیٹھا رہے اور پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں۔ اس لیے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے پر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے فرمایا قُومُوا إِلٰى سَيِّدِكُمْ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

قیام مکروہ بعینہٖ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام ست از کسیکہ قیام کردہ شدہ است برائے دے۔ و اگر دے محبت قیام نہ دارد قیام برائے دے مکروہ نبود۔ قاضی عیاض کھڑا ہونا مکروہ نہیں بلکہ کھڑا ہونے کو چاہنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہونے کو نہ چاہتا ہو تو اس کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا کہ کھڑا ہونا اس شخص کے لیے

مالکی گفتہ کہ قیام منہی عنہ درحق کسے ست کہ نشستہ باشد وایستادہ باشند پیش وے مردم تا نشستن وے۔

منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸)

اور محی السنۃ حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

فِیْهِ اِکْرَامُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَتَلَقِّیْهِمْ بِالْقِیَامِ لَهُمْ اِذَا اَقْبَلُوْا هٰکَذَا احْتَجَّ بِهٖ جَمَاهِیْرُ الْعُلَمَاءِ لِاسْتِحْبَابِ الْقِیَامِ قَالَ الْقَاضِیْ وَلَیْسَ هٰذَا مِنَ الْقِیَامِ الْمَنْهِیِّ عَنْهُ وَاِنَّمَا ذَاكَ فِیْمَنْ یَقُوْمُوْنَ عَلَیْهِ وَهُوَ جَالِسٌ وَیَمْثُلُوْنَ قِیَامًا طُوْلَ جُلُوْسِهٖ قُلْتُ الْقِیَامُ لِلْقَادِمِ مِنْ اَهْلِ الْفَضْلِ مُسْتَحَبٌّ وَقَدْ جَاءَ فِیْهِ اَحَادِیْثُ وَلَوْ یَصِحَّ فِی النَّهْیِ عَنْهُ شَیْءٌ صَرِیْحٌ۔

اس حدیث شریف سے بزرگوں کی تعظیم اور ان کے آنے پر کھڑے ہو کر ان سے ملنا ثابت ہے اور قیام تعظیمی کے مستحب ہونے پر جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔ حضرت قاضی عیاض نے فرمایا یہ قیام منع قیاموں میں سے نہیں ہے۔ منع اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس کے پاس لوگ کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے بیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔ حضرت امام نووی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بزرگوں کی آمد پر کھڑا ہونا مستحب ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں ہیں لیکن ممانعت میں صراحتاً کوئی حدیث نہیں آئی۔

(مسلم شریف مع نووی ج ۲ ص ۹۵)

اور حدیث شریف میں ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توبہ قبول ہونے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّانِيْ۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۲)

تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔

اس حدیث کے تحت حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

فِيْهِ اِسْتِحْبَابُ مُصَافَحَةِ الْقَادِمِ وَالْقِيَامُ لَهٗ اِكْرَامًا وَالْهَرْوَلَةُ اِلٰى لِقَائِهٖ (مسلم شریف مع نووی ج ۲ ص ۲۶۲)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا، اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا اور دوڑ کر اس سے ملنا مستحب ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث جو مخالفین پیش کرتے ہیں اس کے تحت محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ازیں جا معلوم می شود کہ مکروہ و منہی عنہ دوست داشتن بر پا ایستادن مردم بخدمت بطریق تعظیم و تکبر و انچہ بریں وجہ نبود مکروہ نباشد۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تعظیم و تکبر کے طریقے پر خدمت میں لوگوں کے کھڑے ہونے کو چاہنا مکروہ و منع ہے اور جو اس طریقے پر نہ ہو مکروہ نہیں۔

اسی لیے فقہائے کرام نے قیامِ تعظیمی کے جواز کی تصریح فرمائی۔

شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

يَجُوْزُ بَلْ يُنْدَبُ الْقِيَامُ تَعْظِيْمًا لِلْقَادِمِ كَمَا يَجُوْزُ الْقِيَامُ وَلَوْ لِلْقَارِئِ بَيْنَ يَدَيِ الْعَالِمِ۔ (درمختار مع شامی ج ۵ ص ۲۴۶)

آنے والے کی تعظیم کو کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

اور اسی کے تحت حضرت علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قِيَامُ قَارِئِ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ يَّجِيءُ تَعْظِيْمًا لَا يُكْرَهُ اِذَا كَانَ مِمَّنْ يَسْتَحِقُّ التَّعْظِيْمَ۔	قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔ (ردالمحتار ج ۵ صـ۲۴۶)

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

در مطالب المؤمنین از قنیہ نقل کردہ کہ مکروہ نیست قیام جالس از برائے کسے کہ در آمدہ است بروے بجہت تعظیم۔	مطالب المؤمنین میں قنیہ سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ صـ۲۸)

وصلی اللہ تبارک و تعالیٰ وسلم علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واہلبیتہ و علماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

جلال الدین احمد امجدی

خادم دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف بستی

۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ یکم مارچ ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہاد بالسیف — جہاد بالنفس — جہاد بالقلم

کفر والحاد کے خلاف ہر محاذ پر قیامت تک جہاد جاری رہنا چاہیے

تنظیم نوجوانانِ اہلسنت

جہاد بالقلم جاری رکھے ہوئے ہے

آپ بھی تنظیم نوجوانانِ اہلسنت کی رُکنیت اختیار فرما کر اس جہاد میں شمولیت کا شرف حاصل کریں

تنظیم نوجوانان اہلسنت

جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار حکیماں، بھاٹی گیٹ، لاہور پاکستان۔